انتخابات کے ذریعہ تبدیلی

تبدیلیٔ قیادت کا واحد راستہ

ہم انتخابات سے بے تعلق بہرحال نہیں رہ سکتے' خواہ ان میں بلاواسطہ حصہ لیں یا بالواسطہ یا دونوں طرح' البتہ یہ امر کہ ہمیں کس وقت' کس طرح' یا کس کس طرح ان میں حصہ لینا ہے' جماعت کی مرکزی مجلسِ شوریٰ پر چھوڑ دینا چاہیے' تاکہ وہ ہر انتخاب کے موقع پر حالات کا جائزہ لے کر اس کا فیصلہ کرے۔

انتخابات [کے] معاملے میں صحیح رائے قائم کرنے کے لیے تین حقیقتیں واضح طور پر آپ کی نگاہ میں رہنی چاہئیں:

پہلی یہ کہ آپ اس ملک میں اسلامی نظامِ زندگی عملاً قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس کے لیے قیادت کی تبدیلی ناگزیر ہے۔

دوسری یہ کہ آپ جس ملک میں کام کر رہے ہیں وہاں ایک آئینی و جمہوری نظام قائم ہے' اور اس نظام میں قیادت کی تبدیلی کا ایک ہی آئینی راستہ ہے --- انتخابات۔

تیسری یہ کہ ایک آئینی و جمہوری نظام میں رہتے ہوئے تبدیلیٔ قیادت کے لیے کوئی غیر آئینی راستہ اختیار کرنا شرعاً آپ کے لیے جائز نہیں' اور اسی بنا پر آپ کی جماعت کے دستور نے آپ کو اس امر کا پابند کیا ہے کہ آپ اپنے پیشِ نظر اصلاح و انقلاب کے لیے آئینی و جمہوری طریقوں ہی سے کام کریں۔ . . .

اس کی تکمیل کے لیے آپ کو دس بیس ہی سال اور انتظار کرنا پڑے گا۔ یہ امید کرنا غلط ہے کہ کسی وقت بھی آپ اس پوزیشن میں ہوں گے کہ انتخابات کے میدان میں اترتے ہی آپ کا پہلا

قدم آخری منزل پر پڑے۔۔۔۔

اس کے جواب میں جو باتیں کہی جاتی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ موجودہ بگڑے ہوئے معاشرے میں انتخابات کے ذریعہ سے تبدیلیٔ قیادت کی کوشش کرنا گھوڑے کے آگے گاڑی باندھنا ہے۔ آپ کو پہلے معاشرے کی اصلاح کرنی چاہیے، تاکہ اس میں صالح نظام کی پیاس اور صالح لوگوں کی طلب اور ان کو تلاش کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔ اس کے بعد ہی یہ ممکن ہوگا کہ انتخابات میں ایسے لوگ کامیاب ہوں جو اسلامی نظامِ زندگی برپا کرنے کی اہلیت بھی رکھتے ہوں اور برسرِاقتدار آکر وہ اس مقصد کے لیے عملاً کچھ کر بھی سکیں۔ ورنہ اگر معاشرہ یہی رہے جس کے بگاڑ کا حال کسی سے پوشیدہ نہیں، تو محض انتخابات کے ذریعہ سے ایک صالح قیادت کا ابھر آنا کسی طرح ممکن نہیں ہے۔ اس لیے صحیح ترتیبِ کار یہ ہے کہ ہم ایک مدت تک انتخابات کے میدان میں اترنے سے پرہیز کریں، اور اپنی تمام مساعی صرف اصلاحِ معاشرہ کے لیے وقف رکھیں۔ پھر جب یہ اطمینان ہو جائے کہ معاشرے میں ایک صالح قیادت کی مانگ اور اسے ابھارنے کی صلاحیت پیدا ہو چکی ہے، تب انتخابات میں حصہ لیں، کیونکہ وہی اس کا صحیح وقت ہوگا۔

بظاہر یہ بات بڑی وزنی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اس کا تجزیہ کرکے دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ اس کی ساری بنیاد چند غلط مفروضات پر رکھی گئی ہے، اور پھر ان مفروضات سے ایک غلط نتیجہ نکال کر جو ترتیبِ کار تجویز کی گئی ہے وہ عقلی اور عملی دونوں پہلوؤں سے نہایت خام ہے۔

پہلی غلط بات جو اس میں فرض کی گئی ہے، یہ ہے کہ یہاں کوئی شخص اصلاحِ معاشرہ کا کام چھوڑ کر صرف انتخابات کے ذریعہ سے تبدیلی قیادت کی کوشش کرنا چاہتا ہے۔ حالانکہ یہ بات امرِ واقعہ کے خلاف ہے۔ ہم جس لائحہ عمل پر برسوں سے کام کر رہے ہیں۔۔۔ اس کے چار میں سے تین اجزا اصلاحِ معاشرہ ہی کی تدابیر پر مشتمل ہیں۔ یہ ہمارا دائمی پروگرام ہے جس پر ہمیں سال کے تین سو پینسٹھ دن کام کرنا ہے، خواہ انتخابات ہوں یا نہ ہوں۔ اس لیے یہاں اصل بحث یہ نہیں ہے کہ آیا تبدیلیٔ قیادت کے لیے اصلاحِ معاشرہ کا کام کیا جائے یا صرف انتخابات لڑے جائیں۔ بلکہ بحث دراصل یہ ہے کہ آیا اصلاحِ معاشرہ کی یہ ساری کوشش جاری رکھنے کے ساتھ انتخابات میں بھی حصہ لیا جائے یا نہیں۔ ہماری سکیم یہ ہے کہ یہ دونوں کام ایک ساتھ ہونے چاہئیں۔۔۔۔

دوسری غلط بات اس میں یہ فرض کی گئی ہے کہ انتخاب صرف ووٹ لینے اور دینے کا کام

ہے' معاشرے کے بناؤ اور بگاڑ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ حالانکہ دراصل معاشرے کو بنانے اور بگاڑنے میں اس کا بہت بڑا حصہ ہے' اور کوئی ایسا شخص جو "اصلاح معاشرہ" کا محض لفظ ہی نہیں بلکہ اس کے معنی بھی جانتا ہو' ان اثرات کو نظرانداز نہیں کر سکتا جو انتخابات سے معاشرے پر پڑتے ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ جس ملک کے نظامِ انتخابات میں رائے دہندگیٔ بالغان کا اصول رائج ہو' وہاں تو ووٹر اور معاشرہ درحقیقت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں' کیونکہ معاشرے کا ہر بالغ شخص اس میں ووٹر ہوتا ہے' ان ووٹروں سے اگر روپے کے عوض ووٹ خریدے جائیں' یا طرح طرح کے دباؤ ڈال کر' یا لالچ دے کر ان کے ووٹ حاصل کیے جائیں' تو اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے گردوپیش ایک ضمیر فروش' لالچی اور دبّو معاشرہ تیار ہو رہا ہے' اور ساتھ کے ساتھ اسی معاشرے میں ان دلالوں' غنڈوں اور بدکردار طالبینِ اقتدار کی تربیت بھی ہو رہی ہے جو اپنی قوم کی ان اخلاقی کمزوریوں سے ناجائز فائدہ اٹھانے والے ہوں۔ دوسری طرف اگر ان ووٹروں سے برادریوں اور قبیلوں اور صوبوں کے نام پر بھی ووٹ لیے جائیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے معاشرے کو تنگ نظری' جاہلانہ تعصب اور افتراق و انتشار کی تربیت بھی دی جا رہی ہے' اور اس کے ساتھ آپ ہی کی قوم کے کچھ ذہین اور بااثر عناصر کو یہ تعلیم مل رہی ہے کہ اپنی ذاتی ترقی کے لیے وہ یہ ہتھکنڈے استعمال کریں۔ تیسری طرف اگر ان ووٹروں سے روٹی اور کپڑے کے نام پر' معاشی مفادات کے نام پر' یا کچھ دوسرے لادینی اصولوں اور نظریات کی تبلیغ کر کے بھی ووٹ لیے جائیں' تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے پورے معاشرے کو' اس کے ایک ایک بالغ مرد اور عورت کو' مادہ پرستی' دنیا پرستی' اور لادینی نظریۂ حیات کے حق میں رائے دینے کے لیے بھی تیار کیا جا رہا ہے۔

انتخابات میں یہ تینوں قسم کے عناصر معاشرے کے اندر سے اپنا اپنا حصہ لیں گے اور انتخابات کا نتیجہ ٹھیک ٹھیک ناپ تول کر آپ کو بتا دے گا کہ ان میں سے ہر ایک نے اس کو کس قدر بگاڑنے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ ان عناصر کو اس تخریبِ معاشرہ کے لیے کھلی چھٹی دے دینا اور یہ کہنا کہ ہم تو انتخابات کو چھوڑ کر صرف اصلاحِ معاشرہ کریں گے' آخر کیا معنی رکھتا ہے؟

ووٹروں کو صحیح انتخابات کے لیے تیار کرنا اصلاحِ معاشرہ کا سب سے بڑا کام ہے

پھر اصلاحِ معاشرہ سے اگر آپ کی مراد معاشرے کو اسلامی نظامِ زندگی قائم کرنے کے لیے تیار کرنا ہے تو ووٹر کو صحیح انتخابات کے لیے تیار کرنا اس کے دائرہ عمل سے خارج کیسے ہو سکتا

ہے؟ اور یہ کام کیے بغیر کس طرح ممکن ہے کہ آپ کا معاشرہ کبھی فاسد قیادتوں کو ہٹا کر کوئی صالح قیادت برپا کرنے کے قابل ہو سکے ؟ آپ کو اس کے لیے ووٹر کی اخلاقی قدریں بدلنی ہوں گی' اسے اسلامی نظام سے روشناس کرانا ہوگا' اس میں اسلامی نظام کی طلب پیدا کرنی ہوگی' اس کو صالح اور غیر صالح کی تمیز دینی ہوگی' اس کو یہ احساس دلانا ہوگا کہ اس ملک کی بھلائی اور برائی کا ذمہ دار براہ راست وہ خود ہے۔ اس میں اتنی اخلاقی طاقت اور سمجھ بوجھ پیدا کرنی ہوگی کہ نہ دَھن کے عوض اپنا ووٹ بیچے' نہ دھونس میں آکر اپنے ضمیر کے خلاف کسی کو ووٹ دے' نہ دھوکا دینے والوں کے دھوکے میں آئے' اور نہ دھاندلیوں سے بد دل ہو کر گھر بیٹھ رہے۔ یہی کام تو ہم انتخابات میں حصہ لے کر کرنا چاہتے ہیں۔ کیا کوئی صاحبِ عقل آدمی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ اصلاحِ معاشرہ کا کام نہیں ہے ؟...

انتخابات اصلاحِ معاشرہ کا صرف ذریعہ ہی نہیں' اس کا پیمانہ بھی ہیں

تیسری ایک غلط بات اس تجویز میں اور بھی فرض کی گئی ہے' اور وہ یہ ہے کہ ہم انتخابات سے الگ اصلاحِ معاشرہ کا کام کرتے ہوئے کسی خاص مرحلے پر پہنچ کر بآسانی یہ معلوم کرلیں گے کہ اب ہمارے معاشرے میں صالح قیادت برپا کرنے کی خواہش اور صلاحیت پیدا ہو چکی ہے' اور اس علم کی بنا پر ہم اطمینان کے ساتھ یہ فیصلہ بھی کر سکیں گے کہ انتخابات میں حصہ لینے کا صحیح وقت آگیا ہے۔

میرے نزدیک یہ محض ایک خوش فہمی ہے جو معاملات کو نہایت سطحی نظر سے دیکھنے کی وجہ سے بعض لوگوں کو لاحق ہوگئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ لوگوں کا نمازی' پرہیزگار' صحیح العقیدہ' اور اصلاح پسند ہو جانا اور چیز ہے' اور ان کا عملاً اس ارادے میں مضبوط ہو جانا کہ فیصلے کے وقت ہر تعصب' ہر لالچ' ہر خوف' اور ہر فریب سے غیر متاثر رہ کر اپنا وزن اسلامی نظام کے پلڑے میں ڈالیں گے' بالکل ہی ایک دوسری چیز۔ پہلی نوعیت کی عام اصلاح آپ جتنی چاہیں اور جتنے بڑے پیمانے پر چاہیں کرتے رہیں' مگر یہ بات کہ فی الواقع کتنے لوگوں نے اس فیصلہ کن حد تک اصلاح قبول کی ہے' صرف فیصلے کے وقت ہی معلوم ہو سکتی ہے' اور وہ فیصلے کا وقت انتخابات کے موقع پر ہی آتا ہے۔ یہ وہ پیمانہ ہے جو ہر چند سال کے بعد معاشرے کے ذہن و اخلاق کی حقیقی حالت اور اس کی بھلائی اور برائی کا ایک ایک پہلو ناپ کر دکھا دیتا ہے۔

(تحریک اسلامی کا آئندہ لائحہ عمل' ص ۲۰۵ - ۲۱۳)